بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آج کل ملک میں اور اخبارات میں سب سے زیادہ چرچا اور ہنگامہ کس چیز کا ہے؟ نیشنل انٹگریشن یعنی قومی اتحاد و یکجہتی کا! اس مقصد کے لئے کانگریس اور حکومت دونوں نے الگ الگ کمیٹیاں بنائی ہیں، ان کی میٹنگس ہو رہی ہیں سیمینار منعقد ہو رہے ہیں۔ سمپوزیم کرائے جا رہے ہیں، سوالنامے چھاپ کر مختلف اصحاب فکر و رائے سے اُن کے جوابات طلب کئے جا رہے ہیں اور ابھی حال میں نئی دلّی میں وزیر اعظم کی صدارت میں ایک بہت بڑی کانفرنس ہو چکی ہے جس میں ہر فرقہ، ہر جماعت اور ہر مکتبۂ خیال کے نمائندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور تین روز تک یہ سب موضوعِ بحث کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر غور و خوض کرتے رہے۔ یہ تو خیر! خوشی کی بات ہے کہ اس ملک کے دیرینہ اور مزمن مرض کی طرف اب توجہ ہوئی ہے، حالانکہ اس کی طرف بہت پہلے متوجہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپس کی پھوٹ اور افتراق اس قدر بُری بلا ہے کہ اگر ملک صنعت و حرفت کے اعتبار سے بہت کچھ ترقی کر بھی جائے لیکن ملک میں یکجہتی نہ ہو تو سب کچھ کیا کرایا کسی دن برباد ہو سکتا ہے اور خود آزادی جوکھم میں پڑ سکتی ہے اس لئے اس مسئلہ پر اب متوجہ ہونا بلاشبہ دیر آید کا مصداق ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس فقرہ کا آخری جز یعنی "درست آید" کا ہم اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔

جب تک قوموں اور جماعتوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر خلوص اور بے نفسی کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائیگی، یہ گتھی کبھی سلجھ نہیں سکتی بلکہ غلط اندیشی اور اُس کے باعث غلط روی کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ کہیں اور پیچ نہ پڑ جائیں اور یہ عقدۂ لاینحل بن کر رہ جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ کے لوگوں کو مذہب، زبان اُن کا اپنا کلچر اور طور طریق زندگی، جان و مال اور عزت و آبرو یہ چیزیں اس قدر عزیز ہوتی ہیں اور اُن کے ساتھ ان کو جذباتی طور پر اس درجہ وابستگی اور گرویدگی ہوتی ہے کہ اُن کی حفاظت و بقاء کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں اور اُن سے کسی حالت میں اور کسی قیمت پر بھی دست بردار نہیں ہو سکتے۔ اس بنا پر ہندوستان ایسے ملک میں

جہاں درحقیقت ایک نہیں بلکہ رابندر ناتھ ٹیگور کے قول کے مطابق بیس قومیں آباد ہیں تمام اہلِ ملک کے درمیان ایک سیکولر اور جمہوری نظامِ حکومت کے ماتحت جذباتی یکجہتی صرف اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سیکولرزم اور جمہوریت کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں اور ہر طبقہ اور ہر فرقہ اور ہر گروہ یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جائے کہ جو چیزیں اُس کو سب سے زیادہ عزیز ہیں وہ اسی وقت محفوظ رہ سکتی ہیں جبکہ وہ ملک کی مرکزی حکومت سے وابستہ ہوں، ورنہ الگ الگ ٹکڑوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اور حکومت سے تعلق منقطع کر کے وہ اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے۔ اگر اس کے برخلاف ملک کے سب یا چند فرقے یہ محسوس کریں کہ حکومت یا اکثریت کی غیر منصفانہ روش کے باعث ملک میں نہ اُن کا مذہب محفوظ ہے اور نہ زبان اور نہ کلچر اور اڈمنسٹریشن کی کمزوری اور نااہلیت کیوجہ سے نہ اُن کی جان محفوظ ہو اور نہ مال تو پھر آپ قومی یکجہتی پر ہزار لکچر دیجئے۔ اس کے فلسفہ اور اہمیت پر کتنی ہی پُر زور تقریریں کیجئے اور بیرونی حملہ کا ذکر کر کے انھیں کیسا ہی خوف زدہ کیجئے بہرحال یکجہتی اور ملک و حکومت کے ساتھ جذباتی گرویدگی اور وابستگی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ ملک کی مثال ایک خاندان کی ہے، ایک خاندان کے افراد اپنے ذاتی افکار و نظریات اور رجحانات و عواطف کے اختلاف کے باوجود خاندان کے سب سے بڑے بزرگ کے واسطہ سے خاندان کے ساتھ صرف اسی صورت میں وابستہ رہتے ہیں جبکہ ہر شخص اُس وابستگی کے زیرِ سایہ اپنے ذاتی مفاد کو محفوظ سمجھتا ہے، ورنہ وہ خاندان سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے اور شادی بیاہ یا کسی اور ذریعہ سے کسی دوسرے خاندان کو اپنا لیتا ہے، بالکل یہی حال ملک کا ہے حکومت کا اس میں مقام مرکزِ کشش کا ہوتا ہے۔ اگر حکومت اس قدر مضبوط، وسیع النظر، منصف اور فراخ حوصلہ ہے کہ ہر شخص اور ہر جماعت اُس کے زیرِ سایہ اپنے تمام مفادات کو محفوظ یقین کرتا ہے تو خواہ شخصی ہی ہو بہرحال ہر باشندۂ ملک اُس کی حفاظت کو اپنے ایمان اور دھرم کا جز سمجھتا ہے اور اُس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے میں دریغ نہیں کرتا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو حکومت خواہ نام کی کیسی ہی جمہوری اور کہنے کو عوام کی کیسی ہی نمائندہ ہو لوگوں کو اس کے ساتھ ربط و اُنس پیدا نہیں ہوتا۔ عوام حقائق کو دیکھتے ہیں اور اُن سے متاثر ہوتے ہیں محض دلفریب عنوان سے دھوکہ نہیں کھاتے

اس بنا پر اس حقیقت کے باور کرنے میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ ملک میں اگر اتحاد اور یکجہتی نہیں ہے

تو اس کا سب سے بڑا در اصل سبب یہ ہے کہ حکومت ملک کے دستور کو جو ہر شخص اور ہر جماعت کے لئے مذہب، زبان، کلچر، کی آزادی، معاشی مساوات اور حفاظت جان و مال کی گارنٹی کرتا ہو اُس کو پورے طور پر نافذ کرنے میں ناکامی رہی ہے، وہ ایک طرف کمزور ہو کہ قانون کو خاطر خواہ طریقہ پر برپا نہیں کر سکتی اور دوسری جانب کوتاہ نظر اور کم نگاہ ہو کہ ہر طبقہ اور ہر فرقہ کو ایک آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی، اُس کے قول و فعل میں تضاد ہو۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہو اس کے تمام اعمال ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہیں۔

ایک شخص اگر کسی کو خوش کرنے کے لئے کسی پر جبر و ظلم کرتا ہو تو فطرت کا قانون یہ ہے کہ اس فعل سے اس کی خود اس شخص کے دل میں کوئی وقعت باقی نہیں رہتی جس کی خاطر اُس نے یہ ظلم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اقلیتیں تو اقلیتیں خود اکثریت آج اس حکومت سے مطمئن نہیں ہو۔ مختلف فرقوں اور طبقات میں ہم آہنگی اور یکجہتی حکومت کے ساتھ وابستگی اور ارادت کے ذریعہ ہی ہو سکتی تھی۔ پس جب حکومت سے ہی کوئی مطمئن نہیں تو پھر ملک میں اتحاد و یکجہتی (National Integration) پیدا ہو تو کیونکر ہو۔

اس سلسلہ میں جو کمیٹی بنائی گئی ہے اس کا صدر سمپورنا نند جی کو مقرر کیا گیا ہے۔ موصوف کی تقریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک قومی ایکتا کا مفہوم یہ ہے کہ اقلیت اپنے آپ کو اکثریت میں ضم کر دے۔ چنانچہ ہندی سے متعلق وزارت کے زمانہ میں اُن کی جو جارحانہ پالیسی رہی ہے اُس نے نہ صرف اردو والوں کو بیزار و کبیدہ خاطر کیا ہے، بلکہ جنوبی ہند، مغربی بنگال، مہاراشٹرا اور پنجاب میں علاقائی زبانوں کا جنون بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں علاقائی اور لسانی تفرقوں کی خلیج وسیع تر ہو گئی ہو۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ نیشنل انٹگریشن سے حکومت اور کانگریس کا مقصد کیا ہے؟ وہ اپنی نیت اور ارادہ میں کہاں تک مخلص ہے؟ اور اسی سے یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ملک میں اگر ایکتا ہو سکتا ہے تو اُس کی بس صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ یا تو موجودہ حکومت اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس کو تبدیل کر کے ایک صالح تر حکومت قائم جائے جس میں صدق و اخلاص بھی ہو، عزم و ہمت بھی ہو اور جو دستور کو پوری قوت سے نافذ بھی کر سکے۔